عائشہ زریں
اسکالر پی ایچ ۔ ڈی اردو،
وفاقی جامعہ اردو، اسلام آباد۔

اُردو افسانہ اور پاکستانی نامور خواتین افسانہ نگار

Short story emerged in Urdu literature in the early 20th century . Though the history of urdu short story is short yet it because famous of its attractiveness, it has strengthed its root. It has become a very famous genre of Urdu literature on account of its nature, tracing its history from Prem Chand to Intizar Hussain. Not only male but female writers have contributed a lot in short story writing. The most prominent female writers Qurat ul ain Haider, Asmat Chughtai , Rasheed Jahan, Bano Qudsia, Hajira Masroor, Khadija Mastoor and several others have made their contribution to the development of said genre. This article discusses the art of short story writing and their female writers of Pakistan.

انیسویں صدی اردو ادب کی ثروت مندی کی صدی ہے ۔ فورٹ ولیم کالج کے بعد اردو زبان و ادب کو فروغ حاصل ہوا، خصوصاً داستانی ادب اور متعدد تراجم نے اردو زبان کے دامن کو وسعت بخشی۔ اردو شاعری کے ساتھ ساتھ نثری ادب بھی عوام میں مقبول ہونا شروع ہوا۔ مرزا غالبؔ کی مکتوب نگاری نے سلیس نثر کی بنیاد رکھی ۔ اس کے علاوہ سر سید اور ان کے رفقاء کی عملی جدو جہد خاص اہمیت کی حامل ہے ۔

بیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان میں مختلف سیاسی و سماجی تحریکوں کا غلغلہ بر پا تھا ۔ صنعتوں کے قیام اور معاشرتی تمدن میں نمایاں تغیر و تبدل نے شخصی بیداری کی نئی لہر پیدا کر دی ۔ اسی دور میں اردو زبان و ادب کی ترقی و اشاعت میں گراں قدر اضافہ ہوا ۔ پریس کی ایجاد سے برِ صغیر میں اخبارات و رسائل کی نشر و اشاعت میں آسانی ہوئی ۔ خواتین کے مختلف رسائل کا اجراء ہوا ۔ ان جرائد و رسائل سے عام خواتین کے علمی و ادبی ذوق میں اضافہ ہوا، جس کے نتیجے میں ایک قابل قدر خواتین ادباء کی تعداد نے اپنی تخلیقات کو رسائل و جرائد میں شائع کرانا شروع کر دیا ۔ اس دور کے اہم رسائل میں محمدی بیگم اور صغراں ہمایوں کا پہلا نسوانی اخبار ”تہذیبِ نسواں“، ”شریف بی“ اور ”عصمت“ وغیرہ شامل ہیں ۔

افسانوی ادب میں خواتین افسانہ نگاروں کے افسانے بھی منظرِ عام پر آنے لگے ۔ جن میں محمدی بیگم، صغراں ہمایوں، آصف جہاں، سیدۃ النساء اور نذر سجاد ظہیر وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں ۔

قیامِ پاکستان سے قبل جو خواتین افسانہ نگاری میں قدم جما چکی تھیں ان میں مسز عبدالقادر، رشید جہاں اور عصمت چغتائی کے نام قابلِ ذکر ہیں ۔ مسز عبدالقادر کے افسانے زیادہ تر تحیر آمیز ماحول اور پر اسراریت کے عناصر کو نمایاں

کرتے ہیں ۔ رشید جہاں کے افسانے مردوں کے معاشرے میں عورت کی بے باک آواز کی بازگشت ہیں جبکہ عصمت چغتائی کے افسانوں میں روایتی مسلم گھرانوں کی مذہبی و اخلاقی پسماندگی اور بے بس و مجبور خواتین کی دلخراش تصویریں ملتی ہیں ۔

قیامِ پاکستان کے بعد نو زائیدہ ملک معاشی ، معاشرتی و اخلاقی طور پر جن تبدیلیوں سے گزرا اردو افسانے میں ان تبدیلیوں کے واضح نقوش ملتے ہیں ۔ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش اسی حوالے سے رقم طراز ہیں :

'' آزادی کے بعد اردو افسانے کے موضوعات میں بڑی تبدیلی آئی ۔تقسیمِ ملک کے بعد جو گھمبیر مسائل پیدا ہوئے وہ افسانوں کا موضوع بنے ۔ کہانیوں کے ذریعے سماج کی ہیئت ترکیبی اور سماجی رشتوں کے حقیقی تناؤ کھل کر سامنے آئے'' (۱)

قیامِ پاکستان سے قبل چند افسانہ نگار خواتین سامنے آئیں اور تقسیمِ ہند کے بعد ان کی تعداد بڑھتی گئی ۔ جن میں حجاب امتیاز علی ، ممتاز شیریں ، خدیجہ مستور ، ہاجرہ مسرور اور قرۃ العین حیدر اہم ہیں ۔

حجاب امتیاز علی اردو افسانے میں ایک اہم مقام رکھتی ہیں ۔ ان کے افسانے رومان پرور اور پر اسراریت زدہ ماحول کے عکاس ہیں ۔ وہ تخیل اور وجدان کے پردے میں لطیف جذبات کو مسحور کن تاثرات میں پیش کرنے کا ہنر جانتی ہیں ۔ مرزا حامد بیگ ان کے اسلوب کے حوالے سے لکھتے ہیں :

'' حجاب امتیاز علی کے افسانوں کی طلسماتی فضا اور گہری رومانیت میں ڈوبے ہوئے کرداروں کی نقل وحرکت حد درجہ پر اسرار ہونے کے باوجود ہیبت ناکی کی حدود میں داخل نہیں ہوتیں'' (۲)

حجاب امتیاز علی کے افسانوی مجموعوں میں '' میری نا تمام محبت'' ، ''تلاش اور دوسرے ہیبت ناک افسانے'' ، '' کاؤنٹ الیاس کی موت'' ، تحفے اور دوسرے شگفتہ افسانے'' صنوبر کے سائے اور دوسرے رومانی افسانے'' ، ممی خانہ اور دوسرے ہیبت ناک افسانے'' ، وہ بہاریں یہ خزائیں'' اور '' کالی حویلی'' شامل ہیں ۔

ممتاز شیریں نے اردو ادب میں بطور نقاد اور افسانہ نگار اپنا لوہا منوایا ۔ اپنے پہلے افسانے '' انگڑائی'' سے انہوں نے ملک گیر شہرت حاصل کی ۔ ممتاز شیریں اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں اور مشرقی اور مغربی ادب سے کماحقہٗ واقفیت رکھتی تھیں ۔ انہوں نے بہت زیادہ افسانے نہیں لکھے مگر افسانوں میں منفرد طرزِ تحریر کی بدولت آج بھی اپنے افسانوں میں قدیم و جدید روایت کو زندہ رکھنے والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ڈاکٹر تنظیم الفردوس رقم طراز ہیں :

ممتاز شیریں کی افسانہ نگاری کا اسلوب روانی کا حامل ہے ۔ ان کے یہاں زبان جذباتی کیفیات اور احساسات کی آمیزش کو نمایاں کرتی ہے'' (۳)

ممتاز شیریں کے دو افسانوی مجموعے '' اپنی نگریا'' اور ''میگھ ملہار'' منظر عام پر آچکے ہیں ۔

قرۃ العین حیدر اردو افسانے کا اہم نام ہیں ۔ قرۃ العین حیدر کا مشاہدہ اور وسیع مطالعہ ان کے اسلوب کو انفرادیت بخشتا ہے ۔ ورجینیا ولف اور ہنری جیمز کے اثرات خاص طور پر ان کی تحریر میں نمایاں ہیں ۔ ان کے افسانوں میں جدید ہیئتی سانچہ ، شعور کی رو ، تاریخیت ، نفسیات ، فلسفہ ، تصورِ وقت ، مذاہبِ عالم ، اور بشری علوم سے استفادہ کا رجحان ملتا ہے جو انہیں دیگر افسانہ نگار خواتین سے منفرد کرتا ہے ۔ محمود ہاشمی ان کے فن کے حوالے سے لکھتے ہیں :

''دوعظیم جنگوں ،ملکی اور بین الاقوامی سیاست نے انسانی زندگی کی تمام بنیادیں منتشر کر دی تھیں ۔انسان کا انفرادی وجود ریزہ ریزہ ہوکر عدم کے اس افق سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا جہاں موت کا سناٹا تھا یا زندگی سے متعلق انتہائی اضطراب زدہ سوالات ۔قرۃ العین حیدر نے اپنے افسانوں کو ان سوالات کا محور بنایااور اس تخلیقی رویے کی تشکیل کی جو حقائق کے اثبات کی بجائے باطنی صداقتوں کی جستجو کا سرچشمہ ہے'' (۴)

قرۃ العین حیدر کے افسانوی مجموعوں میں ''ستاروں سے آگے''، ''ٹوٹتے تارے''، ''شیشے کے گھر''، ''پت جھڑ کی آواز''، ''فصل گل آئی کہ اجل آئی''، ''روشنی کی رفتار''، ''جگنوؤں کی دنیا'' اور'' یاد کی ایک دھنک جلے'' شامل ہیں ۔

ہاجرہ مسرور ترقی پسند نظریات کی حامل افسانہ نگار ہیں۔ ان کے افسانوں میں معاشرتی اور اخلاقی برائیوں اور انسانی فطرت کے کمزور پہلوؤں پر چوٹ کی گئی ہے ۔اس کے علاوہ مظلومیِ نسواں ان کا بڑا موضوع ہے ۔قیامِ پاکستان کے بعد کے افسانوں میں جذباتیت اور حساسیت کی نسبت حقیقت نگاری اور افسر شاہی خاص موضوعات رہے ہیں َ وہ چھوٹی چھوٹی جزئیات نگاری سے کام لے کر بیان میں دلچسپی پیدا کرتی ہیں ۔ سید وقار عظیم ان کے فن پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

''انہوں نے اپنی فنی زندگی کے آغاز ہی سے اپنے فن کے ساتھ پورخلوص برتنے اور اس پر توجہ صرف کرنے کی عادت ڈالی ہے اس عادت میں زمانے کے ساتھ زیادہ پختگی آئی ہے'' (۵)

خدیجہ مستور بھی ترقی پسند تحریک سے منسلک رہی ہیں ۔ ان کے افسانوں میں سماجی و اقتصادی مسائل اور نفسیاتی پیچیدگیوں کو خاص طور پر قلم بند کیا گیا ہے ۔خصوصاً متوسط طبقہ کی ریا کاریوں اور ہولناکیوں کا پردہ چاک کیا ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ غریب اور مفلس گھرانوں کی غربت ، محرومی اور اذیت کو نہایت چابک دستی سے بیان کیا ہے ۔ ڈاکٹر انوار احمد خدیجہ مستور کے حوالے سے رقم طراز ہیں :

''اردو افسانے کی پاکستانی روایت میں جن سماجی واقعت نگاروں نے معاشرتی تبدیلیوں میں اپنا کردار ادا کیا ۔ ان میں خدیجہ مستور اہم مقام رکھتی ہیں'' (۶)

خدیجہ مستور کا پانچ افسانوی مجموعے ہیں جن میں ''کھیل''، ''بوچھاڑ''، ''چند روز اور''، ''تھکے ہارے'' اور ''ٹھنڈا میٹھا پانی'' ۔ ان کے یہ افسانوی مجموعے ان کی افسانہ نگاری کی پہچان ہیں

جمیلہ ہاشمی اپنی ناول نگاری کے حوالے سے تو اپنی پہچان بنا چکی ہیں لیکن انہوں نے افسانہ نگاری میں بھی کمال حاصل کیا ہے ۔ ان کے افسانوں کی خصوصیات میں دیہات نگاری اور سکھ تہذیب و تمدن کی عکاسی ملتی ہے ۔ اس کے علاوہ دیگر موضوعات میں ماضی کا حوالہ تسلسل سے نمایاں ہے ۔ ان کے زیادہ تر کردار حقیقی زندگی سے لیے گئے ہیں ۔ ڈاکٹر انور سدید جمیلہ ہاشمی کی انفرادیت اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

'' اکثر اوقات قاری کو انسانی فطرت کے ایسے خوفناک زاویوں سے آشنا کر دیتی ہے ۔ جن کا تصور تہذیب کے اس عروجی دور میں شاید ممکن نہیں'' (۷)

بانو قدسیہ خواتین افسانہ نگاروں میں ایک اہم نام ہے ۔ ان کا اسلوب فلسفیانہ طرزِ فکر کا حامل ہے ۔ ان کا یہ طرز نگارش ان کے ناولوں میں بھی نمایاں ہے ۔نسوانیت کے حوالے سے ان کا مطالعہ بہت گہرا اور وسیع ہے ۔ ڈاکٹر انور سدید ان اسلوب پر رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

'' بانو قدسیہ کے مشاہدے اور فن کا جوہر ان کی تشبیہات اور استعاروں میں کھلتا ہے ۔ ان کی بیش تر تشبیہات نفسیاتی نوعیت کی ہیں اور یہ کردار نگاری میں ان کی معاونت کرتی ہیں'' (۸)

بانو قدسیہ کے افسانوی مجموعوں میں'' بازگشت''، '' امر بیل''،'' کچھ اور نہیں''،'' دوسرا دروازہ''، آتشِ زیر پا''اور سامانِ وجود'' شامل ہیں ۔

الطاف فاطمہ کے افسانے اپنے اسلوب اور لحن میں منفرد مقام رکھتے ہیں ۔شہرت سے بے پرواہ الطاف فاطمہ کے افسانوں میں صنفی معاشرت سے پیدا شدہ مسائل ہیں ۔اس کے علاوہ ماضی کی شدید یاد بھی افسانوں میں جا بجا جھلکتی ہے۔جس کو فنکارانہ چابک دستی سے وہ کہانی میں سمو دیتی ہیں ۔ ڈاکٹر اعجاز راہی کے خیال میں'' الطاف فاطمہ نے فنی اعتبار سے اپنے افسانے کو زیادہ طاقت ور بنایا ہے''(۹) خصوصاً ملازمت پیشہ بن بیاہی خواتین کے کردار افسانے میں نمایاں ہیں ۔ الطاف فاطمہ کے تین افسانوی مجموعے'' جب دیواریں گریہ کرتی ہیں''،'' وہ جسے چاہا گیا'' اور تارِ عنکبوت '' شائع ہو چکے ہیں ۔

اردو افسانہ کا ایک قابل قدر نام خالدہ حسین ہے جنہوں نے اپنے پہلے افسانوی مجموعے'' پہچان'' سے اردو ادب میں اپنی پہچان بنائی ، ان کے ہاں وجودی فکر کی تمام کیفیات و احساسات موجود ہیں جو بے معنویت ، مغائرت ، لاحاصلی ، احساسِ زیاں اور احساسِ مرگ پر منتج ہوتے ہیں ۔ان کے کردار زیادہ تر ٹوٹتے بکھرتے وجود کا فسانہ ہیں جو اپنی مٹی کی باس کو محسوس کرتے ، رد کرتے ، اجنبیت اور لاتعلقی کی دیوار تلے دبے نظر آتے ہیں ۔ خالدہ حسین ان افسانہ نگاروں میں شمار ہوتی ہیں جنہوں نے علامتی اور تجریدی اندازِ نگارش کو اپنایا ۔ان کے بعض کردار باطنی اور روحانی کشاکش کی طویل مسافت طے کرتے نظر آتے ہیں ۔ ڈاکٹر اعجاز راہی خالدہ حسین کی افسانی نگاری پر رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

''خالدہ حسین حیرت کی افسانہ نگار ہیں ۔ حیرت زندگی کے اس چشمہ حیات سے پھوٹتی ہے جس کے سامنے زمان و مکان کی حد بندیاں بے معنی اور کائنات کی تنگ دامانی نہیں ہوتی -------ان کے ابتدائی افسانوں میں یہ احساس سیال شکل میں پر اسراریت کے منطقوں میں ظاہر ہوتا ہے اور پھر فلسفیانہ آہنگ کے ساتھ اوپر اٹھتا ہوا بالآخر صوفیانہ لہر میں ڈوب جاتا ہے'' (۱۰)

خالدہ حسین کے افسانوی مجموعوں کے نام'' پہچان''، '' دروازہ''، '' مصروف عورت''، '' ہیں خواب میں ہنوز''، اور'' میں یہاں ہوں'' ہیں ۔

فرخندہ لودھی جدید افسانے میں ایک اہم نام کے طور پر جانی جاتی ہیں ۔ ان کے افسانے شہر کی نسبت مضافات کی نمائندگی زیادہ کرتے ہیں ۔ ان کے افسانوں کے کردار اپنی مٹی اور اپنے عہد میں سانس لیتے محسوس ہوتے ہیں ۔ ان

کے افسانوں کے غالب موضوعات میں عورت کے خلاف ہونے والے مظالم اور سماجی نا انصافیاں ہیں ۔ ان کے کردار روز مرہ دیہاتی زبان اپنے بھر پور لہجہ میں ادا کرتے صاف سنائی دیتے ہیں اور یہی ان کے اسلوب کی انفرادیت بھی ہے ۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں :

'' فرخندہ لودھی کی ایک انفرادی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ مجھے خالصتاً پاکستانی افسانہ نگار نظر آتی ہیں۔ ان کے بیش تر کرداروں کی جڑیں پاکستانی مٹی میں گہری اتری ہوئی ہیں اور ان کرداروں کی رگوں میں زندگی کا وہ رس موج زن ہے جو اپنا جوہرا دھرتی کے پانیوں سے کشید کرتا ہے'' (۱۱)

فرخندہ لودھی کے افسانوی مجموعے ''شہر کے لوگ''، ''آرسی''، '' خوابوں کے کھیت'' اور '' رومان کی موت'' شائع ہو چکے ہیں ۔

پاکستانی افسانہ نگار خواتین میں زاہدہ حنا کا نام بھی خاص اہمیت رکھتا ہے ۔ ان کے افسانوں میں روشن خیالی اور جدید نظریات کی ترجمانی نمایاں ہے ۔ تاریخی شعور اور عصری رویہ ان کے ہاں خاص معنویت رکھتا ہے ۔ صحافی ہونے کی وجہ سے وہ عام معاشرے کی صورتِ حال سے با خبر بھی ہیں اور تبدیلی کی خواہاں بھی۔ وہ حقوقِ نسواں کی علمبردار ہیں او ر اور اپنے افسانوں میں عورتوں کے ساتھ ہونے والے استحصالی رویے کے خلاف احتجاجی روش رکھتی ہیں ۔ ڈاکٹر فردوس انور قاضی زاہدہ حنا کی افسانہ نگاری پر رائے دیتے ہوئے رقم طراز ہیں :

'' زاہدہ حنا کے افسانوں میں ایک جینئس عورت نظر آتی ہے جو نہ صرف ماضی اور حال کی صداقتوں کا شعور اور آ گاہی رکھتی ہیں بلکہ شعور اور ادراک کے ذریعے چیزوں کو اصل حقائق کے پس منظر میں سمجھتی ، دیکھتی اور محسوس کرتی ہیں'' (۱۲)

زاہدہ حنا کے دو افسانوی مجموعے '' قیدی سانس لیتا ہے'' اور '' راہ میں اجل ہے''منظر عام پر آ چکے ہیں ۔

مذکورہ بالا افسانہ نگار خواتین کے علاوہ متعدد خواتین ہیں جنہوں نے افسانے کو اپنے تخلیقی اظہار کا وسیلہ بنا رکھا ہے جن کی جھلک دور جدید کے مختلف رسائل و جرائد میں وقتاً فوقتاً نظر آتی ہے۔ مقالہ ہٰذا میں چند خوتین افسانہ نگاروں کے فن اور اسلوب کا جائزہ لیتے ہوئے مجھے شدت سے محسوس ہوا ہے کہ اس موضوع پر ایک مفصل مقالہ لکھا جائے ۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو واقعتاً خواتین افسانہ نگاروں پر ایک مفصل کتاب یا مقالہ لکھنا بہت ضروری ہے ۔

حوالہ جات

۱۔ ایم سلطانہ بخش ،ڈاکٹر، پاکستانی اہلِ قلم خواتین (ادبی جائزہ)، اکادمی ادبیات پاکستان ، اسلام آباد ، ۲۰۰۳ء ، ص ۱۸۳۔

۲۔ مرزا حامد بیگ ، اردو افسانے کی روایت ، دوست پبلی کیشنز ، اسلام آباد ، ۲۰۱۰ء ، ص ۷۵۔

۳۔ تنظیم الفردوس ،ڈاکٹر، ممتاز شیریں (شخصیت اور فن) اکادمی ادبیات پاکستان ، اسلام آباد ، ۲۰۰۷ء ، ص ۴۲۔

۴۔ محمود ہاشمی، ڈاکٹر قرۃ العین حیدر (جدید افسانے کا نقطہِ آغاز) مشمولہ اردو افسانہ روایت اور مسائل، مرتب گوپی چند نارنگ، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص ۴۲۲۔

۵۔ سید وقار عظیم، داستان سے افسانے تک، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۲۴۸۔

۶۔ انوار احمد، ڈاکٹر، ایک صدی کا قصہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص ۶۰۲۔

۷۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو افسانے کی کروٹیں، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۷۸۔

۸۔ انور سدید، ڈاکٹر، بانو قدسیہ (شخصیت اور فن) اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۱ء، ص ۵۷۔

۹۔ اعجاز راہی، ڈاکٹر، اردو افسانے میں اسلوب کا آہنگ، ریز پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۰۳ء، ص ۱۸۰

۱۰۔ اعجاز راہی، ڈاکٹر، اردو افسانے میں علامت نگاری، ریز پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۰۲ء، ص ۲۶۰۔

۱۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو افسانے کی کروٹیں، ص ۱۰۱۔

۱۲۔ فردوس انور قاضی، ڈاکٹر، اردو افسانہ نگاری کے رجحانات، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۵۸۴۔